ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

استشراقی تحقیقات کا معیار اور مستشرقین کا مطالعۂ قرآن

The Standards of Orientalist Scholarship and Orientalist Studies of the Qur'an

1. Dr. Abdul Haseeb
Lecturer, Punjab Tianjin University of Technology, Lahore
2. Shazia Majeed
Visiting Lecturer, Punjab Tianjin University of Technology, Lahore
3. Dr. Hifsa Shabbir
Visiting Lecturer, Punjab Tianjin University of Technology, Lahore

Abstract

This study critically examines the methodologies, sources, and major theories of Orientalist Qur'anic scholarship, focusing on scholars such as Theodor Nöldeke, Abraham Geiger, Ignaz Goldziher, Arthur Jeffery, William Muir, W. Montgomery Watt, John Wansbrough, and Christoph Luxenberg. It explores historical-critical, philological, comparative, and textual approaches to Qur'anic revelation, compilation, transmission, readings, and linguistic features.

The study acknowledges Orientalism's contributions to manuscript studies, Arabic philology, and textual research while critically evaluating theories based on selective evidence, alleged borrowing from earlier religious traditions, and claims of late Qur'anic compilation. It emphasizes the significance of oral transmission, memorization, and early manuscripts in assessing such arguments.

The study concludes that Orientalist scholarship should be neither wholly rejected nor uncritically accepted. Instead, its claims should be evaluated through balanced, evidence-based research, encouraging Muslim scholars to engage critically with primary sources and contemporary academic methods.

Keywords: Orientalism, Qur'anic Studies, Orientalist Methodology, Historical-Critical Method, Textual Criticism, Qur'anic Compilation, Qirā'āt, Manuscript Studies, Islamic Scholarship.

تحریکِ استشراق (Orientalism) محض ایک روایتی لسانی سرگرمی کا نام نہیں بلکہ یہ جدید تعلیمی اور تحقیقی دنیا کا ایک باقاعدہ اور موثر علمی شعبہ (Academic Discipline) بن چکا ہے۔ استشراق سے مراد مغربی اور غیر مسلم محققین کا مشرقی اور بالخصوص اسلامی علوم، تاریخ، زبانوں اور تہذیب کا معروضی یا تنقیدی مطالعہ کرنا ہے۔ عصرِ حاضر کی عالمی جامعات اور فکری اداروں میں اسلامیات کے حوالے سے جو بیانیہ تشکیل پاتا ہے، اس میں استشراقی تحقیقات کا ایک نمایاں اور گہرا اثر موجود ہے جس نے جدید مسلم افکار کو بھی متاثر کیا ہے۔

مستشرقین کے علمی و تحقیقی حلقوں میں اسلام کے بنیادی ماخذ یعنی قرآنِ مجید کا مطالعہ ہمیشہ سے ایک مرکزی، حساس اور بنیادی موضوع رہا ہے۔ تاریخی اعتبار سے مستشرقین کی جانب سے قرآنیات پر تحقیق کا آغاز قرونِ وسطیٰ میں ہوا، جس کا ابتدائی مقصد مذہبی نوعیت کا تھا تاکہ عیسائی دنیا کو اسلامی افکار کی فکری یلغار سے بچایا جاسکے۔ تاہم، اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں نوآبادیاتی (Colonial) مقاصد اور یورپ کے علمی ارتقاء کے زیرِ اثر، مطالعۂ قرآن کا یہ مناظرانہ (Polemical) اندازِ فکر ایک باقاعدہ علمی، جامعاتی اور تجزیاتی شکل اختیار کر گیا۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

مستشرقین نے مطالعۂ قرآن کے لیے مخصوص تحقیقی مناہج وضع کیے ہیں، جن میں تاریخی-تنقیدی منہج (Historical-Critical Method) اور لسانی و متنی منہج (Philological and Textual Method) سب سے نمایاں ہیں۔ ان مناہج کے تحت مستشرقین عموماً قرآن مجید کو ایک الہامی اور ماورائی وحی تسلیم کرنے کے بجائے، اسے مادی علوم کے اصولوں کے تحت ساتویں صدی عیسوی کے حجاز کی سماجی، ثقافتی اور تاریخی پیداوار کے طور پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ معاصر استشراقی مطالعات میں تشکیک پسندی (Skepticism) اور مابعد جدید ساختیاتی تجزیوں کے رجحانات بھی غالب نظر آتے ہیں، جن کے تحت قرآنی متن اور اس کی تدوین پر مختلف مفروضات قائم کیے گئے ہیں۔

مغربی محققین کے اس وسیع علمی کام کے تناظر میں، ایک مسلم محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ استشراقی تحقیقات کا خالص علمی اور معروضی جائزہ لے۔ مستشرقین کی تحقیقات کو یکسر مسترد کرنا یا ان کی علمی حیثیت سے مرعوب ہو کر انہیں من و عن قبول کر لینا، دونوں رویے تعلیمی افراط و تفریط پر مبنی ہیں۔ ایک طرف مستشرقین نے نادر مخطوطات کی تدوین، ان کی صیانت، اشاریہ سازی اور فہارس کی تیاری میں ایسی گراں قدر علمی خدمات انجام دی ہیں جن کا اعتراف خود مسلم سکالرز نے کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف، ان کے مناہج میں الحادی فکر کی ترویج، مادی تاویلات، مافوق الفطرت حقائق سے انکار، ضعیف و شاذ روایات پر انحصار اور بعض اوقات مخصوص نوآبادیاتی مقاصد جیسی فکری و منہجی کمزوریاں بھی موجود ہیں۔ اس لیے محض جذباتی دفاع یا عامیانہ الزامات کے بجائے، ان کے مصادر، منہج، استدلال اور نتائج کا ٹھوس سائنسی اور علمی محاسبہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

زیرِ نظر اسائنمنٹ کا بنیادی مقصد ایم فل اسلامیات کے نصابی تقاضوں کے عین مطابق مستشرقین کی قرآنی تحقیقات کا ایک متوازن، جامع اور تنقیدی جائزہ پیش کرنا ہے۔ اس تحقیق کا دائرۂ کار بنیادی طور پر دو مرکزی حصوں پر مشتمل ہو گا:

الف۔ استشراقی تحقیقات کا معیار: اس حصے میں مستشرقین کے تحقیقی مناہج، مصادر کے انتخاب اور ان کے مجموعی علمی طریقۂ کار کا تجزیہ کیا جائے گا۔

ب۔ مستشرقین کا مطالعۂ قرآن: اس حصے میں قرآن کے ماخذ، وحی کی نوعیت، تاریخِ تدوین، متن اور قراءات کے حوالے سے مستشرقین کے اہم نظریات (مثلاً تھیوڈور نولڈیکے اور کرسٹوف لکسنبرگ وغیرہ کے افکار) کا جائزہ لیا جائے گا اور مسلم محققین کے اصولِ نقد کی روشنی میں ان کی علمی حیثیت کا تعین کیا جائے گا۔

استشراقی تحقیقات کا معیار

ا۔ استشراق کا مفہوم اور مختصر تاریخی پس منظر

استشراق (Orientalism) کی اصطلاح لاطینی زبان کے لفظ 'Orients' سے اخذ کی گئی ہے، جس کے لغوی معنی مشرق یا ابھرتے ہوئے سورج کے ہیں، جبکہ اس کے مدمقابل 'Occident' یعنی مغرب کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔[1] اصطلاحی اعتبار سے استشراق کا مفہوم مغربی مفکرین، عیسائی راہبوں یا غیر مسلم محققین کی جانب سے مشرقی دنیا کی تاریخ، زبانوں، ثقافتوں اور خاص طور پر اسلامی علوم و عقائد کا تنقیدی یا معروضی مطالعہ کرنا ہے۔[2] جو فرد اس علمی شعبے سے وابستہ ہوتا ہے، اسے "مستشرق (Orientalist) "کہا جاتا ہے۔[3]

تاریخی اعتبار سے، استشراق کوئی جامد یا یکساں تحریک نہیں رہی بلکہ اس نے مختلف ادوار میں مختلف اہداف کے تحت ارتقائی منازل طے کی ہیں۔ اس کا ابتدائی اور غیر رسمی آغاز قرونِ وسطیٰ میں مسلم اندلس کے تعلیمی اداروں اور صلیبی جنگوں کے دور میں ہوا، جہاں بنیادی محرک اسلام کے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

فکری اور سیاسی پھیلاؤ کو روکنا تھا۔[4] اس ابتدائی دور میں یوحنا دمشقی (John of Damascus) (م۔748ء) جیسی شخصیات نے اسلام کو محض عیسائیت کا ایک منحرف فرقہ ثابت کرنے کی کوشش کی، اور ان کی تحریریں صدیوں تک مغرب میں اسلام کو سمجھنے کا بنیادی ماخذ سمجھی جاتی رہیں۔[5] اس دور کا استشراقی لٹریچر بالعموم مناظرانہ اور تعصب پر مبنی تھا۔

تاہم، اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں جدید استشراق کا آغاز ہوا، جس کا گہرا تعلق یورپی نو آبادیاتی (Colonial) عزائم سے تھا۔[6] استعماری طاقتوں نے مشرق کی سیاسی محکومی کو برقرار رکھنے اور مقامی سماجی، قانونی اور نفسیاتی ڈھانچے کو سمجھنے کے لیے مشرقی زبانوں اور فقہ کے مطالعے کو ایک باقاعدہ جامعاتی ڈسپلن کی صورت دی۔[7] نامور محقق ایڈورڈ سعید (Edward Said) نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف *Orientalism* میں واضح کیا ہے کہ اس دور کا استشراق دراصل مغربی طاقت اور سامراج کا ایک آلہ تھا جس نے مشرق کو ایک غیر مہذب اور مغلوب خطے کے طور پر پیش کیا۔[8]

بیسویں صدی کے وسط اور مابعد نو آبادیاتی دور میں استشراقی مطالعات میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اب مناظرانہ اسلوب کی جگہ جدید سماجی علوم، بشریات، اور تقابلی لسانیات کے مناہج کو اپنا کر اسے اکیڈمک اور سائنسی رنگ دیا گیا ہے، اگرچہ اس کی بنیادی تشکیکی نوعیت (Skeptical nature) میں کوئی جوہری تبدیلی نہیں آئی۔[9]

۲۔ استشراقی تحقیقات کے اہم مناہج

استشراقی تحقیقات کا علمی معیار براہِ راست ان مناہج (Methodologies) سے وابستہ ہے جنہیں بنیاد بنا کر مستشرقین نے اسلامی علوم اور قرآنیات پر اپنے نتائج مرتب کیے۔ اہم مناہج کا تجزیاتی خاکہ درج ذیل ہے:

الف۔ تاریخی و تنقیدی منہج (Historical-Critical Method): مستشرقین کے ہاں یہ سب سے زیادہ استعمال ہونے والا منہج ہے۔ یہ دراصل مغربی اکیڈمیا میں بائبل کی متنی اور تاریخی جانچ پڑتال (Biblical Criticism) کے لیے وضع کیا گیا تھا۔[10] مستشرقین نے اسی منہج کا بلاجواز اطلاق قرآنِ مجید اور اسلامی مصادر پر کیا۔ اس منہج کے تحت وحی جیسی ماورائی اور الہامی حقیقت کو مسترد کر کے اسے ساتویں صدی عیسوی کے حجاز کی سماجی اور ثقافتی پیداوار کے طور پر پرکھا جاتا ہے۔[11] اس کے نتیجے میں مستشرقین قرآن کے الہامی ہونے کا انکار کر کے اسے محمد (ﷺ) کے باطنی شعور اور مخصوص سماجی احوال کا عکس قرار دیتے ہیں، جو کہ مادی اور تجربی علوم کو عالمِ غیب پر منطبق کرنے کی فاش غلطی ہے۔[12]

ب۔ لسانی و تقابلی منہج (Philological/Comparative Method): ابتدائی مستشرقین کی اکثریت بنیادی طور پر ماہرینِ لسانیات (Philologists) پر مشتمل تھی۔ اس منہج میں سامی زبانوں (عبرانی، سریانی، آرامک) کی لغات، قواعد اور گرامر کو بنیاد بنا کر متون کی لفظی تشریح کی جاتی ہے۔[13] تاہم، اس منہج کو استعمال کرتے ہوئے بعض مستشرقین، جیسے کرسٹوف لکسنبرگ (Christoph Luxenberg)، نے یہ دعویٰ کیا کہ چونکہ قرآن میں بعض الفاظ دیگر سامی زبانوں سے ملتے جلتے ہیں، اس لیے قرآن کا بڑا حصہ دراصل سیرو-آرامک (Syro-Aramaic) زبان اور سریانی عیسائی دعائیہ کتابوں کا چربہ ہے۔[14] یہ استدلال سائنسی اعتبار سے غیر مستحکم ہے، کیونکہ ماہرینِ لسانیات نے واضح کیا ہے کہ سامی زبانوں میں مشترک جڑوں (Cognates) کا پایا جانا ایک فطری امر ہے، اور اس کی بنیاد پر من مانے معانی اخذ کر کے قرآن کے فصیح عربی اسلوب کا انکار کرنا صریح علمی بددیانتی ہے۔[15]

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

ج۔ماخذی تنقید :(Source Criticism) اس منہج کا بنیادی ہدف یہ ثابت کرنا ہے کہ کسی مذہب نے اپنے عقائد، عبادات یا روایات کن سابقہ مذاہب یا ثقافتوں سے مستعار (borrow) لی ہیں۔ ابراہم گائگر (Abraham Geiger) اور رچرڈ بیل (Richard Bell) جیسے مستشرقین نے اس منہج کی آڑ میں یہ مفروضہ پیش کیا کہ قرآنی قصص اور احکام دراصل یہودی اساطیر اور عیسائی روایات سے چرائے گئے ہیں۔[16] یہ منہج اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے کہ تمام الہامی کتب کا بنیادی سرچشمہ ایک ہی ذاتِ باری تعالیٰ ہے، اس لیے ان میں مشترک تعلیمات کا ہونا چوری یا اقتباس کی دلیل نہیں بلکہ ان کے من جانب اللہ ہونے کا ثبوت ہے۔[17]

د۔ متنی تنقید :(Textual Criticism) متنی تنقید کے تحت دستیاب مخطوطات (Manuscripts) کی بنیاد پر کسی کتاب کے "اصل متن" کا تعین کیا جاتا ہے۔ مستشرقین نے اس منہج کا اطلاق قرآن پر کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ چونکہ ابتدائی قرآنی مصاحف میں نقطے اور اعراب نہیں تھے، اس لیے بعد میں قراءات کی کثرت کی وجہ سے متن میں تبدیلیاں واقع ہوئیں۔[18] یہ استدلال عربوں کے ہاں قرآن کے سینوں میں حفظ (Oral transmission) کے تواتر اور "الرسم تابع للروایۃ" (یعنی کتابت ہمیشہ متواتر قراءت کے تابع ہوتی ہے) کے بنیادی مسلم اصول سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔[19]

ہ۔ جدید تشکیکی/رویژنسٹ منہج :(Revisionist/Skeptical Method) بیسویں صدی کے اواخر میں جان وانسبرو (John Wansbrough) اور دیگر محققین نے ایک نیا رجحان پیدا کیا جو تمام روایتی اسلامی تاریخی مصادر کو یکسر مسترد کرتا ہے۔[20] اس منہج کے تحت یہ دعویٰ کیا گیا کہ قرآن کی تدوین دوسری صدی ہجری کے لگ بھگ عمل میں آئی،[21] جس کا مسلم محققین، جیسے ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی، نے مخطوطات اور سائنسی بنیادوں پر شافی رد کیا ہے۔[22]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگرچہ مستشرقین نے مخطوطات کی تدوین اور عربی لغات کی اشاعت میں قابلِ قدر علمی خدمات انجام دی ہیں،[23] تاہم ان کے مناہج کا بنیادی نقص مادی تجربی اصولوں کا وحی پر غیر منطقی اطلاق ہے، جس نے ان کی تحقیقات کو غیر جانبداری کے درجے سے گرا دیا ہے۔[24]

۳۔ مستشرقین کے مصادر اور تحقیقی طریقۂ کار

مستشرقین کی قرآنی اور اسلامی تحقیقات کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے مصادر اور تحقیقی طریقۂ کار کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ مستشرقین نے اسلامی علوم کے مطالعے میں متنوع مصادر کا استعمال کیا، جن میں اسلامی تاریخ، قرآنِ مجید، حدیث، سیرت اور فقہ کے ساتھ ساتھ، غیر مسلم اور غیر عربی مصادر بھی شامل ہیں۔[1] ابتدائی مستشرقین، جیسے ابراہم گائگر (Abraham Geiger)، نے یہودیت اور عیسائیت کی تعلیمات کو بنیاد بناتے ہوئے قرآنی قصص اور احکام کے ماخذ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ گائگر کا بنیادی دعویٰ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تورات اور عیسائی روایات (Apocrypha) سے مواد اخذ کر کے اسے قرآنی شکل دی۔[2] اس نقطۂ نظر کو بعد میں رچرڈ بیل (Richard Bell) اور کارل بروکلمان (Carl Brockelmann) نے مزید آگے بڑھایا۔[3]

مستشرقین کے ہاں روایات کے انتخاب اور جانچ کے طریقوں میں عموماً متنی تنقید (Textual Criticism) اور ماخذی تنقید (Source Criticism) کے اصولوں کا اطلاق پایا جاتا ہے۔ تاہم، بعض مستشرقین نے اسلامی مصادر کے معاملے میں تنقیدی رویہ اختیار کیا اور مسلم روایات کے داخلی اصولِ نقد (جیسے علم اسماء الرجال یا اسناد کا نظام) کو نظر انداز کر دیا۔ ایک واضح مثال گولڈزیہر (Ignác Goldziher) کی ہے، جس نے احادیث کے ذخیرے کو رسول اللہ ﷺ کے دور کی پیداوار ماننے کے بجائے، اسے بعد کی سیاسی اور فقہی کشمکش کا نتیجہ قرار دیا۔[4] وہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

دعویٰ کرتا ہے کہ بیشتر احادیث اموی یا عباسی دور میں گھڑی گئیں۔ گولڈ زیہر کا یہ طریقہ کار احادیث کی سند کے بجائے محض متن کے مادی اور سیاسی تجزیے پر مبنی تھا۔[5]

اس کے برعکس، آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) جیسے مستشرقین نے مخطوطات پر زیادہ انحصار کیا۔ جیفری نے قرآنی متن کی تاریخ مرتب کرنے کے لیے متبادل مصاحف (جیسے مصحف ابن مسعودؓ اور مصحف ابی بن کعبؓ) کے اختلافات کو غیر معمولی اہمیت دی۔[6] جیفری کا استدلال یہ تھا کہ یہ اختلافات महज قراءات کا تنوع نہیں بلکہ الگ الگ متنی روایات (textual traditions) کی نمائندگی کرتے ہیں۔[7] اگرچہ جیفری کا یہ کام وسیع مخطوطاتی مطالعے پر مبنی تھا، لیکن مسلم محققین کے نزدیک اس نے شاذ اور غیر متواتر قراءات کو وہ اہمیت دی جو اسلامی علمی روایت میں انہیں حاصل نہیں تھی۔[8]

مستشرقین کے ہاں ضعیف یا متنازع روایات کے استعمال کی رجحان بھی ملتا ہے۔ مثلاً ولیم میور (William Muir) نے وحی کی تشریح کرتے ہوئے، سیرت کی بعض روایات کو بنیاد بنا کر اسے مرگی (epilepsy) یا داخلی نفسیاتی کیفیت سے تعبیر کرنے کی کوشش کی۔[9] تاہم، یہ سمجھنا درست نہیں کہ تمام مستشرقین کا تحقیقی طریقۂ کار ایک جیسا تھا۔ مثال کے طور پر، منٹگمری واٹ (W. Montgomery Watt) نے میور کے نفسیاتی مفروضوں کو مسترد کیا اور محمد ﷺ کی دیانت داری (sincerity) کا دفاع کیا، اگرچہ وہ بھی وحی کو روایتی اسلامی معنی میں تسلیم نہیں کرتا۔[10]

اس کے علاوہ، رویژنسٹ (Revisionist) مکتبِ فکر، جس کے نمایاں نمائندے جان وانسبرو (John Wansbrough) اور پیٹریشیا کرون (Patricia Crone) ہیں، کا تحقیقی رویہ یکسر مختلف ہے۔ یہ مکتبِ فکر ابتدائی اسلامی مصادر کو تاریخی اعتبار سے مکمل طور پر ناقابلِ اعتبار سمجھتا ہے۔[11] وانسبرو کا نظریہ یہ تھا کہ قرآن دوسری اور تیسری صدی ہجری میں یہودی اور عیسائی فرقہ وارانہ مباحث کے ماحول میں عراق اور شام کے علاقوں میں مرتب ہوا۔[12] اس نقطۂ نظر کے حامل مستشرقین اسلامی روایات کے مقابلے میں غیر مسلم (مثلاً شامی اور بازنطینی) مصادر کو زیادہ مستند مانتے ہیں۔

۴۔ استشراقی تحقیقات کے علمی معیار کا تنقیدی جائزہ

استشراقی تحقیقات کے علمی معیار کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ایک متوازن نقطۂ نظر اپنانا لازم ہے۔ مستشرقین کی تحقیقات کو یکسر مسترد کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے، کیونکہ انہوں نے اسلامی علوم کے میدان میں نمایاں اور دوررس خدمات انجام دی ہیں۔

مستشرقین کی مثبت علمی خدمات میں سب سے اہم قدیم مخطوطات کی تلاش، ان کی تدوین، اور اشاعت ہے۔ آرتھر جیفری کی جانب سے ابو عبید القاسم بن سلام کی "کتاب المصاحف" کی تدوین اس کی ایک روشن مثال ہے۔[13] اسی طرح، انہوں نے لغوی اور متنی تحقیقات کے لیے جدید اشاریے اور فہارس تیار کیے، جس سے اسلامی علوم پر تحقیق کرنے والوں کو بہت سہولت ملی۔ مستشرقین نے تاریخی اور لسانی اعتبار سے جن سوالات کو اٹھایا، اس نے مسلم دنیا کے اندر بھی ایک نئی علمی بیداری کو جنم دیا اور مسلم محققین کو جدید تحقیقی مناہج سیکھنے کی طرف راغب کیا۔

ان شاندار خدمات کے باوجود، استشراقی تحقیقات کا ایک بڑا حصہ سنگین منہجی خامیوں کا شکار ہے۔ ان کا سب سے بڑا مسئلہ مغربی متنی اور تاریخی تنقید) بالخصوص (Biblical Criticism کے اصولوں کو من و عن قرآن اور اسلامی روایت پر چسپاں کرنا ہے۔[14] مستشرقین اکثر اس بنیادی فرق کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ قرآن کی حفاظت کا بنیادی انحصار سینہ بہ سینہ تواتر (Oral transmission) پر رہا ہے، نہ کہ محض

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

تحریری مخطوطات پر۔[15] جب وہ قرآنی مصاحف میں رسمِ خط (orthography) کے اختلافات کو بائبل کے متنی اختلافات (textual variants) پر قیاس کرتے ہیں، تو وہ علمی مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں۔[16]

ایک اور نمایاں منہجی کمزوری یہ ہے کہ مستشرقین بسا اوقات انتہائی محدود یا متنازع شواہد سے غیر معمولی حد تک وسیع نتائج اخذ کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کرسٹوف لکسنبرگ نے قرآن کے محض چند الفاظ کی سریانی زبان میں من مانی تاویل کر کے یہ نتیجہ نکال لیا کہ پورا قرآن دراصل عیسائیوں کا ایک دعائیہ مجموعہ (lectionary) تھا۔[17] اس طرح کی لسانی شعبدہ بازیوں کو نہ صرف مسلم محققین بلکہ کلاڈ جلیوٹ (Claude Gilliot) جیسے غیر جانبدار مغربی ماہرین نے بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اسے سائنسی لسانیات کے منافی قرار دیا ہے۔[18]

استشراقی مطالعات کا ایک اور متنازع پہلو ان کا نو آبادیاتی (Colonial) پس منظر ہے۔ اگرچہ ہر مستشرق کو استعماری ایجنٹ قرار دینا ایک غیر علمی اور جذباتی رویہ ہے، لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے اوائل میں بہت سی استشراقی تحقیقات کا مقصد مسلم معاشروں میں ذہنی تشکیک پیدا کر کے مغربی فکری غلبے کو ہموار کرنا تھا۔[19]

الغرض، استشراقی تحقیقات کے معیار کو جانچنے کے لیے صرف ان کے نتائج پر نظر رکھنا کافی نہیں، بلکہ ان کے مصادر کے انتخاب، روایات کو پرکھنے کے معیار اور ان کے منہجی اصولوں (methodological premises) کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ مسلم محققین، جیسے ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے جس طرح سائنسی اور تاریخی بنیادوں پر مستشرقین کے مفروضوں کا رد کیا، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ استشراق کا علمی محاسبہ صرف جدید تحقیقی اصولوں کے ذریعے ہی ممکن ہے۔[20]

مستشرقین کا مطالعۂ قرآن

ا۔ مستشرقین اور مطالعاتِ قرآن کا تاریخی پس منظر

مغربی محققین اور مستشرقین کی جانب سے اسلام کے بنیادی اور فکری مآخذ، بالخصوص قرآنِ مجید کا مطالعہ ایک طویل، پیچیدہ اور ارتقائی تاریخی عمل کا حصہ رہا ہے۔[1] تاریخی اعتبار سے مستشرقین کی جانب سے قرآن کریم پر کی جانے والی تحقیقات کا آغاز خالصتاً علمی تجسس کے بجائے مذہبی اور مناظرانہ (Polemical) مقاصد کے تحت ہوا۔ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں قرآنیات پر مغربی بحث کا باقاعدہ آغاز عیسائی الٰہیات دانوں کی تحریروں سے ہوتا ہے، جن میں یوحنا دمشقی (John of Damascus) کا نام سب سے نمایاں ہے۔ یوحنا دمشقی نے اسلام پر تنقیدی بحث کرتے ہوئے اسے عیسائیت سے منحرف ایک ہرطقہ (Heresy) قرار دینے کی کوشش کی تاکہ عیسائی دنیا کو اسلامی افکار کے اثرات سے محفوظ رکھا جا سکے۔[2]

قرونِ وسطیٰ کے اس مناظرانہ اسلوب نے انیسویں صدی کے وسط اور بیسویں صدی کے آغاز میں ایک نیا رُخ اختیار کیا۔ نو آبادیاتی (Colonial) عہد کے عروج کے ساتھ ہی مطالعۂ قرآن کا رجحان علمی اور مادی غلبے کے ایک منظم سیاسی ہتھیار میں تبدیل ہو گیا۔[3] اس دور میں مستشرقین کا بنیادی مقصد مسلم معاشروں میں وحیِ الٰہی کی حجیت اور حقانیت پر شکوک پیدا کرنا تھا۔ تاہم، جیسے جیسے مغربی جامعات میں مشرقی علوم کے شعبے قائم ہوئے، اس مناظرانہ اندازِ فکر پر علمی ملمع سازی کی گئی اور اس کی جگہ تاریخی-تنقیدی (Historical-Critical) اور لسانیاتی مناہج نے لے لی۔[4]

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

بیسویں صدی اور اکیسویں صدی کے اوائل تک آتے آتے مستشرقین کے تحقیقی رجحانات میں واضح تبدیلی نظر آتی ہے۔ جدید استشراقی مطالعات میں تشکیک پسندی (Skepticism) کے ساتھ ساتھ مابعد جدید ساختیاتی (Structural) اور ادبی تجزیوں کو اہمیت دی جانے لگی ہے۔ اب قرآن کو براہِ راست ہدفِ تنقید بنانے کے بجائے اس کی زبان، متنی ساخت، اور تاریخی تدوین پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں تاکہ اسے ایک الہامی متن کے بجائے ساتویں صدی عیسوی کی سماجی وثقافتی پیداوار ثابت کیا جاسکے۔[5]

۲۔ قرآن کے ماخذ، وحی اور نبوت سے متعلق مستشرقانہ نظریات

مستشرقین کے قرآنی مطالعات کا ایک بڑا حصہ قرآن مجید کے ماخذ (Sources) اور وحی کی حقیقت کی تلاش پر مبنی ہے۔ چونکہ مغربی استشراقی منہج مادی اور تجربی اصولوں پر قائم ہے، اس لیے مستشرقین وحی کے ماورائی اور الہامی تصور کو تسلیم نہیں کرتے۔ ذیل میں منتخب مستشرقین کے اہم نظریات کا تجزیاتی طریقۂ کار کے مطابق جائزہ پیش کیا گیا ہے:

الف۔ وحی کی نفسیاتی تشریح اور نبوتِ محمدی ﷺ

- **مستشرقین کا موقف:** ولیم میور (William Muir) اور منٹگمری واٹ (W. Montgomery Watt) جیسے مستشرقین نے قرآن کو وحیِ الٰہی ماننے کے بجائے اسے رسول اللہ ﷺ کی داخلی نفسیاتی کیفیت قرار دیا۔ انہوں نے وحی کے مظاہر کو صرع (مرگی) (epilepsy)، داخلی کیفیات، یا سماجی مہم جوئی کا نتیجہ قرار دینے کی کوشش کی۔[6]
- **بنیادی منہج / استدلال کی بنیاد:** ان کا استدلال خالصتاً مادی تجربی (Empirical) اصولوں پر مبنی ہے جو عالمِ غیب کا انکار کرتا ہے۔ وہ اسلامی تاریخ کے بعض ظاہری مظاہر (جیسے وحی کے وقت آپ ﷺ کی جسمانی کیفیت) کو جدید نفسیاتی اور پیتھالوجیکل (Pathological) مفروضوں کے تحت بیان کرتے ہیں۔
- **مسلم علمی تنقید:** ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی نے اپنی کتاب *فقہ السیرۃ* میں، اور نامور مفکر مالک بن نبی نے اپنی تصنیف *ظاھرۃ الوحي* میں ان مفروضوں کا کڑا علمی محاکمہ کیا ہے۔ مسلم محققین کا موقف ہے کہ مرگی یا کسی نفسیاتی بیماری کے دوران انسان کا شعور معطل ہو جاتا ہے اور وہ کوئی منظم، فصیح اور مربوط کلام (جیسا کہ قرآن ہے) پیش کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ مزید برآں، ڈاکٹر التہامی نقرہ نے واضح کیا کہ وحی کا تعلق ایک خارجی الہامی حقیقت سے ہے جسے محض باطنی تخیل قرار دینا تاریخی شواہد کے خلاف ہے۔[7]
- **تجزیاتی نتیجہ:** مستشرقین کا یہ دعویٰ سائنسی یا تاریخی کم اور نظریاتی زیادہ ہے، جو مافوق الفطرت حقائق کو زبردستی مادی سانچوں میں فٹ کرنے کی ناکام کوشش پر مبنی ہے۔

ب۔ قرآن کے ماخذ اور سابقہ الہامی کتب سے اخذ واقتباس کا دعویٰ

- **مستشرقین کا موقف:** استشراقی فکر کا ایک بنیادی ستون یہ دعویٰ رہا ہے کہ قرآن مجید کا مواد الٰہی نہیں، بلکہ یہ یہودیت اور عیسائیت کے مصادر سے اخذ کردہ (Borrowed) ہے۔ ابراہم گائگر (Abraham Geiger) نے 1833ء میں اپنی کتاب کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآنی قصص یہودیت سے مستعار ہیں۔ اسی طرح رچرڈ بیل (Richard Bell) اور کلیر ٹسڈل (Clair Tisdall) نے زرتشتی، صابی، اور یہودی وعیسائی روایات کو قرآن کے مادی مآخذ کے طور پر پیش کیا۔[8]

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

- **بنیادی منہج/استدلال کی بنیاد :** ان مستشرقین نے ماخذی تنقید (Source Criticism) کا سہارا لیتے ہوئے قرآن اور بائبل (یا تلمود) کے درمیان پائی جانے والی مماثلتوں (Similarities) کو اس بات کی دلیل بنایا کہ قرآن نے یہ مواد سابقہ کتب سے چوری کیا ہے۔[9]
- **مسلم علمی تنقید :** ڈاکٹر محمد محار علی نے اپنی تالیف *The Qur'an and the Orientalists* میں، اور فرحت عزیز نے اے ٹی ویلچ (A.T. Welch) کے دعووں کے جواب میں ٹھوس علمی دلائل فراہم کیے ہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ قرآن سابقہ الہامی کتب کی تصدیق ضرور کرتا ہے، لیکن وہ ان کا خوشہ چین نہیں ہے۔ مسلم محققین نشاندہی کرتے ہیں کہ اگر قرآن بائبل کا چربہ ہوتا، تو بائبل میں موجود تاریخی اور سائنسی تضادات (جیسے کائنات کی تخلیق کی سائنسی اغلاط یا انبیاء پر لگائے گئے اخلاقی الزامات) لازمی طور پر قرآن میں بھی منتقل ہو جاتے۔ اس کے برعکس، قرآن نے انبیاء کی عصمت کا بھرپور دفاع کیا ہے اور سابقہ کتب کی اغلاط کی تصحیح کی ہے۔[10]
- **تجزیاتی نتیجہ :** مماثلت کو لازمی طور پر اخذ و اقتباس (Plagiarism) کی دلیل سمجھنا ایک بڑی منہجی خامی ہے۔ یہ نظریہ اس بنیادی حقیقت کو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے کہ تمام الہامی مذاہب کا سرچشمہ ایک ہی ذاتِ باری تعالیٰ ہے، جس کی وجہ سے ان کے بنیادی عقائد اور قصص میں مماثلت پایا جانا ایک فطری اور منطقی امر ہے۔

۳۔ قرآن کی تدوین، متن اور قراءات سے متعلق مستشرقین کی تحقیقات

مستشرقین کے قرآنی مطالعات میں ایک انتہائی حساس اور زیرِ بحث موضوع قرآن مجید کی تاریخِ تدوین، متنی تحفظ اور قراءات کا تنوع ہے۔ چونکہ مغربی جامعات میں متنی تنقید (Textual Criticism) کا بنیادی اطلاق بائبل کی تاریخی تدوین پر کیا گیا تھا، اس لیے مستشرقین نے قرآن کو بھی اسی سانچے میں رکھ کر پرکھنے کی کوشش کی۔[1] اس طریقۂ کار کے تحت انہوں نے قرآن کے عہدِ رسالت ﷺ میں ضبط کیے جانے، مصاحفِ عثمانی کی حیثیت اور قراءات کی تاریخی و الہامی نوعیت پر مختلف سوالات اٹھائے ہیں۔

الف۔ جمع و تدوینِ قرآن اور مصحفِ عثمانی پر اعتراضات استشراقی فکر کا ایک نمایاں زاویہ یہ رہا ہے کہ قرآن مجید اپنی موجودہ شکل میں رسول اللہ ﷺ کے دور کی پیداوار نہیں، بلکہ یہ بعد کے ادوار کی تالیف ہے۔ اس نظریے کے اہم ترین علمبرداروں میں جان وانسبرو (John Wansbrough) شامل ہیں، جنہوں نے اپنی تصنیف *Quranic Studies* میں یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کی تدوین دوسری اور تیسری صدی ہجری کے دوران ہوئی، جب اسلامی عقائد اور فقہ کے باقاعدہ فریم ورک کی ضرورت محسوس کی گئی۔[2] وانسبرو کا موقف تھا کہ قرآن بنیادی طور پر مختلف فرقہ وارانہ، بالخصوص یہودی اور مسیحی، تنازعات کے دوران بتدریج مرتب ہوا۔[3]

- **منہج اور استدلال کی بنیاد :** وانسبرو نے ماخذی اور متنی تنقید کے اصولوں کا اطلاق کرتے ہوئے روایتی مسلم تاریخی مصادر (احادیث اور سیرت) کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا۔ ان کا استدلال تھا کہ یہ مصادر خود تیسری صدی ہجری کی پیداوار ہیں، اس لیے ان کی بنیاد پر پہلی صدی کے واقعات کو درست نہیں مانا جا سکتا۔[4]
- **مسلم اور جدید علمی تنقید :** وانسبرو کے نظریے کو نہ صرف مسلم محققین بلکہ مغربی اکیڈمیا نے بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ فریڈ ڈونر (Fred Donner) اور مائیکل کوک (Michael Cook) جیسے مؤرخین نے واضح کیا ہے کہ ابتدائی اسلامی مخطوطات اور غیر

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

مسلم تاریخی مآخذ (جیسے آرمینیائی اور شامی متون) میں پہلی صدی ہجری میں ہی قرآنی متن کی موجودگی کے واضح شواہد ملتے ہیں۔[5] مسلم محققین، خاص طور پر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے *The History of the Qur'anic Text* میں مادی شواہد کی بنیاد پر یہ ثابت کیا کہ وحی کا کتابت اور تواتر کے ذریعے تحفظ عہدِ نبوی میں ہی مکمل ہو چکا تھا، اور وانسبرو کا نظریہ محض تاریخی شکوک پر مبنی ہے۔[6]

دوسری جانب، آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) جیسے مستشرقین نے مصحفِ عثمانی کی حیثیت پر سوالات اٹھائے۔ جیفری نے *Materials for the History of the Text of the Qur'an* میں ابن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ کے مصاحف کے اختلافات کو بنیاد بنا کر یہ نظریہ پیش کیا کہ مصحفِ عثمانی دراصل ان متبادل قرآنی روایات کو دبا کر مسلط کیا گیا ایک حکومتی نسخہ تھا۔[7] مسلم محققین کے نزدیک جیفری کی یہ تحقیق اس لیے منہجی خامی کا شکار ہے کہ اس نے شاذ قراءات اور تفسیری حواشی کو اصل متن سمجھ لیا اور مسلم روایت کے متواتر نظام کو نظر انداز کر دیا۔[8]

ب۔ قراءاتِ قرآنیہ کا استشراقی فہم قراءات کے تنوع پر بحث کرتے ہوئے اگناس گولڈ زیہر (Ignaz Goldziher) اور تھیوڈور نولڈیکے (Theodor Nöldeke) نے یہ موقف اختیار کیا کہ قراءات کا اختلاف دراصل رسمِ عثمانی میں نقطوں (diacritical marks) اور اعراب (vowels) کی عدم موجودگی کا نتیجہ ہے۔[9] ان کا دعویٰ تھا کہ چونکہ ابتدائی عربی رسم الخط میں بہت سے حروف ایک جیسے لکھے جاتے تھے، اس لیے قاریوں نے اپنی صوابدید، مقامی لہجوں یا بعد کے فقہی و کلامی رجحانات کے تحت ان حروف کو اپنی مرضی سے پڑھنا شروع کر دیا، جس سے قراءات کا اختلاف پیدا ہوا۔[10]

- **منہج اور استدلال کی بنیاد :** اس دعوے کی بنیاد متنی تنقید (Textual Criticism) پر ہے، جس کے تحت یہ فرض کیا گیا کہ جس طرح بائبل کے مخطوطات میں ناسخین (copyists) کی غلطیوں کی وجہ سے متنی تنوع پیدا ہوا، اسی طرح قرآن میں بھی نقطوں کی عدم موجودگی نے قراءات کو جنم دیا۔[11]
- **مسلم علمی تنقید :** یہ نظریہ اسلامی علمی روایت کے اس بنیادی اصول کے یکسر خلاف ہے کہ قرآن کی منتقلی اور حفاظت کا اصل مدار "تلقّی (listening) " اور زبانی تواتر پر ہے، نہ کہ محض تحریری رسم پر۔[12] قاری صہیب احمد میر محمدی اور ڈاکٹر عبد الصبور شاہین نے تفصیلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قراءات کی بنیاد رسمِ خط کی غلطیاں نہیں، بلکہ یہ خود رسول اللہ ﷺ سے زبانی اور متواتر منقول ہیں۔[13] مزید برآں، رسمِ عثمانی کو اسی لیے نقطوں اور اعراب سے خالی رکھا گیا تھا تاکہ وہ ان متواتر قراءات کا احاطہ کر سکے جو آپ ﷺ سے ثابت تھیں۔[14]

تجزیاتی نتیجہ : تدوینِ قرآن اور قراءات کے حوالے سے مستشرقین کی تحقیقات کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک شفوی اور متواتر (oral and continuous) الہامی روایت پر بائبل کی متنی تاریخ کے اصولوں کا غیر ضروری اطلاق کرتے ہیں۔[15] مستشرقین کا یہ رویہ کہ وہ قرآن کی حفاظت کے زبانی تواتر کو نظر انداز کر کے محض متبادل اور غیر مستند تحریری مخطوطات کو فیصلہ کن حیثیت دیتے ہیں، ان کی تحقیقات کو غیر سائنسی اور بعض اوقات متعصبانہ بنا دیتا ہے۔

۴۔ قرآن کی زبان، اسلوب اور تاریخی تناظر کا استشراقی مطالعہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

قرآن مجید کی زبان اور اسلوب مستشرقین کے لیے ہمیشہ سے ایک اہم موضوعِ تحقیق رہا ہے۔ چونکہ مستشرقین کی ایک بڑی تعداد ماہرینِ لسانیات (Philologists) پر مشتمل تھی، اس لیے انہوں نے قرآن کے مطالعے میں تقابلی سامی لسانیات کے مناہج کو کثرت سے استعمال کیا۔ ان کی لسانی تحقیقات کا ایک بڑا ہدف یہ ثابت کرنا تھا کہ قرآن مجید کی زبان خالص عربی نہیں ہے، بلکہ اس پر دیگر زبانوں، بالخصوص سامی زبانوں (عبرانی، آرامک، سریانی)، کے گہرے اثرات ہیں۔

الف۔ قرآن میں غیر عربی الفاظ کا مسئلہ اور آرتھر جیفری قرآن مجید میں موجود بعض غیر عربی (دخیل) الفاظ کے حوالے سے مستشرقین نے وسیع تحقیقات کی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے نمایاں کام آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) کا ہے، جنہوں نے *The Foreign Vocabulary of the Qur'an* نامی کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب میں جیفری نے ان الفاظ کی فہرست مرتب کی جنہیں وہ غیر عربی ماخذ سے مستعار سمجھتا ہے۔[1] جیفری کا بنیادی منہج تقابلی لسانیات تھا، جس کے تحت اس نے قرآنی الفاظ کا تقابل عبرانی، سریانی، حبشی اور فارسی زبانوں سے کیا۔ اس کا بنیادی استدلال یہ تھا کہ چونکہ یہ الفاظ ان زبانوں میں بھی پائے جاتے ہیں، اس لیے یہ لازماً انھی زبانوں سے عربی میں مستعار لیے گئے ہیں۔[2]

مسلم علمی تنقید: مسلم ماہرینِ لسانیات اور محققین نے اس دعوے پر کڑی تنقید کی ہے۔ ان کا موقف ہے کہ سامی زبانوں (Semitic Languages) کا ایک ہی خاندان سے تعلق ہونے کی وجہ سے ان میں مشترک جڑوں (Cognates) کا پایا جانا ایک فطری لسانیاتی اصول ہے۔[3] مزید برآں، قاہرہ کے مرکزِ تفسیر کی جانب سے شائع ہونے والی جامع لغوی انسائیکلوپیڈیا "أعجمي وعربي" میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں موجود تمام الفاظ نزولِ قرآن کے وقت فصیح عربی کا حصہ بن چکے تھے اور عرب معاشرے میں مستعمل تھے۔ لہٰذا، ان الفاظ کا محض اشتراک اس بات کی دلیل نہیں کہ قرآن کا اسلوب غیر عربی ہے۔[4]

ب۔ کرسٹوف لکسنبرگ کا سیرو-آرامک (Syro-Aramaic) مفروضہ اکیسویں صدی کے آغاز میں، کرسٹوف لکسنبرگ (Christoph Luxenberg — ایک فرضی نام) نے *The Syro-Aramaic Reading of the Koran* لکھ کر اس لسانیاتی بحث کو ایک نئی اور انتہائی متنازع جہت دی۔ لکسنبرگ کا دعویٰ تھا کہ چونکہ نزولِ قرآن کے وقت مکہ میں کوئی مستند عربی رسم خط یا ادب موجود نہیں تھا، اس لیے قرآن کا ایک بڑا حصہ دراصل سریانی عیسائی دعائیہ کتابوں (Lectionary) کا عربی ترجمہ یا چربہ ہے۔[5]

اس مفروضے کو ثابت کرنے کے لیے لکسنبرگ نے اپنا ایک مخصوص لسانیاتی منہج وضع کیا۔ وہ قرآنی متن کے اعراب اور نقطوں (diacritical marks) کو ہٹا کر اس کے حروف (consonants) میں تبدیلی کرتا، اور پھر اس کی بنیاد پر الفاظ کے ایسے سریانی معنی اخذ کرتا جو روایتی عربی تفاسیر سے بالکل مختلف ہوتے تھے۔ اس کی مشہور ترین مثال جنت کی حوروں (Houris) کی وہ تشریح ہے جس میں اس نے سریانی زبان کا سہارا لے کر حوروں کو جنت کے سفید انگوروں (white grapes) کا ہم معنی قرار دیا۔[6]

علمی تنقید: لکسنبرگ کے اس مفروضے کو نہ صرف مسلم محققین بلکہ کلاڈ جلیوٹ (Claude Gilliot) اور وائی زیوی لینگرمین (Y. Tzvi Langermann) جیسے غیر جانبدار مغربی ماہرینِ لسانیات نے بھی غیر سائنسی قرار دے کر رد کیا ہے۔[7] لینگرمین نے واضح کیا ہے کہ یہ منہج علمی دیانت کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ لکسنبرگ نے من مانے معانی اخذ کرنے کے لیے سامی زبانوں کے بنیادی گرامر کے اصولوں کو بھی نظر انداز

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کیاہے۔[8] یہ مفروضہ کلاسیکی عربی کی فصاحت، قبل از اسلام کی شاعری (جاہلی ادب)، اور قرآن کے زبانی تواتر کے مضبوط ترین تاریخی تسلسل کو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے۔[9]

۵۔ منتخب مستشرقین کے قرآنی نظریات کا تجزیاتی و تنقیدی جائزہ

استشراقی تحقیقات کی تفہیم کے لیے چند نمایاں مستشرقین کے مناہج اور نظریات کا تجزیاتی مطالعہ ناگزیر ہے۔ ذیل میں چند اہم مستشرقین کی تحقیقات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے:

الف۔ تھیوڈور نولڈیکے (Theodor Nöldeke)

- **تعارف:** نولڈیکے ایک ممتاز جرمن مستشرق تھا جسے مغربی دنیا میں قرآنی مطالعات پر تاریخی-تنقیدی منہج (Historical-Critical Method) کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔
- **بنیادی موقف اور علمی کام:** نولڈیکے کی شہرت اس کی شہرہ آفاق تصنیف *Geschichte des Qorans* (تاریخِ قرآن) کی وجہ سے ہے۔ اس کا بنیادی موقف یہ تھا کہ قرآن کی موجودہ ترتیب توقیفی نہیں ہے، اور اس نے مکی اور مدنی سورتوں کو اسلوب اور مواد کی بنیاد پر مختلف تاریخی ادوار (periods) میں تقسیم کیا۔[10]
- **منہج اور استدلال:** نولڈیکے کا منہج خالصتاً تاریخی (Historicist) اور تجربی تھا، جس کے تحت اس نے ماورائی وحی کا انکار کرتے ہوئے قرآن کو پیغمبر اسلام ﷺ کی ذہنی اور سماجی کیفیات کا نتیجہ قرار دیا۔[11]
- **علمی تنقید اور تجزیاتی نتیجہ:** علامہ طباطبائی اور دیگر مسلم مفکرین نے نولڈیکے کی اس تاریخی تشکیک کا شافی رد کیا ہے۔ ان کے مطابق، نولڈیکے کا مسئلہ یہ تھا کہ اس نے وحی کو ایک الہامی حقیقت کے بجائے بشری نفسیات اور مادی تاریخ کے پیمانوں سے پرکھنے کی کوشش کی۔[12] اگرچہ اس نے بعض روایتی مسلم مصادر سے استفادہ کیا، لیکن اس کا تاریخی جبریت (Historical Determinism) پر مبنی پیشگی مفروضہ اس کی تحقیقات کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔

ب۔ جان وانسبرو (John Wansbrough)

- **تعارف:** وانسبرو کو جدید مغربی اکیڈمیا کے اس "ریویژنسٹ مکتبِ فکر (Revisionist School)" کا پیش رو مانا جاتا ہے جس نے ابتدائی اسلامی مصادر پر انتہائی تشکیک کا اظہار کیا۔
- **بنیادی موقف اور علمی کام:** اپنی کتاب *Quranic Studies* میں اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ قرآن ساتویں صدی عیسوی کے حجاز کی پیداوار نہیں، بلکہ اس کی تدوین دوسری صدی ہجری کے وسط یا تیسری صدی کے اوائل میں شام یا عراق میں ہوئی۔[13] اس کا دعویٰ تھا کہ قرآن دراصل طویل فرقہ وارانہ مباحث (sectarian polemics) کے بعد مرتب ہونے والی مختلف روایات کا مجموعہ ہے۔
- **منہج اور استدلال:** وانسبرو نے ادبی اور ماخذی تنقید (Literary and Source Criticism) کو بروئے کار لاتے ہوئے دعویٰ کیا کہ تمام روایتی اسلامی تاریخی مصادر، جن میں احادیث، سیرت اور تفاسیر شامل ہیں، بعد کے ادوار کی تالیفات ہیں اور ابتدائی تاریخ جاننے کے لیے ناقابلِ اعتبار ہیں۔[14]

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

- **علمی تنقید اور تجزیاتی نتیجہ**: ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے *The History of the Qur'anic Text* میں وانسبرو کے مفروضات کا بھرپور رد کیا ہے۔ الاعظمی نے قدیم ترین حجازی مخطوطات اور ابتدائی احادیث کے مجموعوں (جیسے صحیفہ ہمام بن منبہ) کی بنیاد پر ثابت کیا ہے کہ قرآن اور سنت کے متون پہلی صدی ہجری میں ہی مدون اور محفوظ ہو چکے تھے۔[15] وانسبرو کا نظریہ محض مفروضوں پر قائم ہے، کیونکہ اسے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ قرآن صدیوں بعد مرتب ہوا، کسی قسم کے مادی یا مخطوطاتی شواہد میسر نہیں ہیں۔

خاتمہ

مستشرقین کے مطالعۂ قرآن اور ان کی تحقیقات کے علمی معیار پر کی گئی اس تفصیلی و تنقیدی بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ استشراق (Orientalism) محض ایک یک رُخی اور جامد تحریک نہیں، بلکہ یہ ایک پیچیدہ علمی و فکری عمل ہے جس میں ادوار کے ساتھ نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ استشراقی تحقیقات کے معیار کا جائزہ لینے سے یہ بنیادی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مغربی محققین نے اسلامی علوم کے مطالعے میں جدید تحقیقی مناہج متعارف کروائے، لیکن ان کے نتائج عموماً مخصوص فکری اور منہجی تعصبات کے زیرِ اثر رہے۔[1]

مستشرقین کے تحقیقی مناہج اور مصادر کے مطالعے سے یہ مشاہدہ سامنے آیا ہے کہ انہوں نے تاریخی-تنقیدی منہج (Historical-Critical Method)، ماخذی تنقید (Source Criticism) اور متنی تنقید (Textual Criticism) کو اپنی تحقیق کا بنیادی محور بنایا۔ تاہم، ان کا سب سے بڑا منہجی مسئلہ یہ رہا کہ انہوں نے بائبل پر منطبق ہونے والے متنی اور تاریخی اصولوں کو من و عن قرآنِ مجید اور اسلامی مصادر پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔[2] انہوں نے اکثر اوقات مستند اور متواتر اسلامی روایات کے مقابلے میں شاذ، ضعیف اور منقطع روایات کو ترجیح دی، اور غیر اسلامی (یہودی، مسیحی، سریانی) مصادر کو بلاجواز فیصلہ کن حیثیت دی۔

استشراقی تحقیقات کا متوازن خلاصہ یہ ہے کہ ان کی علمی خدمات کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مستشرقین نے دنیا بھر میں بکھرے ہوئے نادر اسلامی مخطوطات کی تدوین، اشاعت، اور ان کی فہارس و اشاریہ سازی میں گراں قدر کام کیا ہے۔ ان کی لسانی اور لغوی تحقیقات نے مسلم اکیڈمیا کو بھی جدید تحقیقی خطوط پر سوچنے پر مجبور کیا۔ لیکن ان مثبت خدمات کے ساتھ، ان کے منہجی مسائل انتہائی سنگین ہیں۔ ان کا مادی اور تجربی (Empirical) نقطۂ نظر وحی جیسی ماورائی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہا ہے، جس کی وجہ سے انہوں نے قرآنی حقائق کو محض بشری، سماجی، اور تاریخی عوامل کے تحت بیان کرنے (Reductionism) کی غیر سائنسی کوشش کی۔[3]

قرآن مجید کے حوالے سے زیرِ بحث استشراقی نظریات کے محاکمے سے درج ذیل حتمی نتائج حاصل ہوتے ہیں: **اولاً**، وحی اور نبوت کے بارے میں ولیم میور اور منٹگمری واٹ جیسے مستشرقین کے نظریات سراسر مادی مفروضوں پر قائم ہیں، جو قرآن کے منظم، فصیح اور مربوط کلام ہونے کے سامنے بے بنیاد ثابت ہوتے ہیں۔ **ثانیاً**، ابراہم گائگر اور رچرڈ بیل وغیرہ کا یہ دعویٰ کہ قرآن کے مآخذ یہودی اور مسیحی روایات ہیں، اس حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے کہ تمام الہامی مذاہب کا منبع ایک ہی ذاتِ باری تعالیٰ ہے؛ مماثلت کا مطلب ہر گز اخذ و اقتباس (Borrowing) نہیں ہوتا۔[4] **ثالثاً**، جان وانسبرو اور آرتھر جیفری کی جانب سے قرآن کی تاریخِ تدوین اور مصاحفِ عثمانی پر اٹھائے گئے سوالات جدید مخطوطاتی دریافتوں اور مسلم تواتر کے سامنے ٹک نہیں پاتے۔ قرآن کی تدوین کو صدیوں بعد کی پیداوار قرار دینا تاریخی حقائق کے صریح منافی ہے۔[5] **رابعاً**، گولڈ زیہر اور نولڈیکے کا قراءات کو محض رسمِ خط کی خامی قرار دینا، اور کرسٹوف لکسنبرگ کا قرآنی زبان کو سیرو-آرامک (Syro-

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

(Aramaic اثرات کے تحت مسخ کرنا، اسلامی شفوی روایت (Oral Tradition) کے فہم سے ناواقفیت اور لسانی اصولوں کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے۔[6]

مسلم محققین کے لیے علمی و تحقیقی سفارشات استشراقی مطالعات کے اس تنقیدی جائزے کی روشنی میں، مسلم محققین اور جامعات کے لیے مستقبل کی تحقیق کے حوالے سے درج ذیل عملی نکات تجویز کیے جاتے ہیں:

- **بنیادی استشراقی متون کا براہِ راست مطالعہ :** مسلم محققین کو چاہیے کہ وہ مستشرقین کے نظریات کو ثانوی مصادر (Secondary Sources) یا محض تنقیدی کتابوں سے جاننے کے بجائے، ان کی اصل تحریروں اور بنیادی متون (Primary Texts) کا براہِ راست اور گہرا مطالعہ کریں۔
- **جدید لسانی و تاریخی علوم سے واقفیت :** مستشرقین کے اعتراضات چونکہ تقابلی سامی لسانیات اور متنی تنقید کی بنیاد پر قائم کیے جاتے ہیں، اس لیے مسلم محققین کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان جدید مغربی علوم، بالخصوص سامی زبانوں (عبرانی، سریانی) اور ہرمینیوٹکس (Hermeneutics) میں مہارت حاصل کریں۔
- **قرآنی مخطوطات اور متنی مطالعات میں مہارت :** قرآن کے متنی تحفظ کا دفاع محض روایتی دلائل کے ساتھ ساتھ مادی اور مخطوطاتی شواہد (Codicology and Paleography) کے ذریعے کیا جانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی کی تحقیقات اس کی بہترین نظیر ہیں۔
- **معروضی اور اصول پر مبنی محاکمہ :** استشراقی دعووں کا جواب جذباتی، مناظرانہ یا جوابی الزامات کی صورت میں دینے کے بجائے، مکمل طور پر Source-based، استدلالی اور معروضی (Objective) انداز میں دیا جائے۔ علمی چیلنج کا مقابلہ ٹھوس علمی، تاریخی اور عقلی شواہد سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

کتابیات (Bibliography)

الف۔ مسلم محققین کی تحقیقات (کتب و مسودات)

- الاعظمی، محمد مصطفیٰ۔ *The History of the Qur'anic Text: From Revelation to Compilation*۔ کلام اللہ ڈاٹ کام / The Islamic Establishment۔ رسائی: https://www.kalamullah.com/history-of-the-quranic-text.html۔
- السباعی، مصطفیٰ۔ *الاستشراق والمستشرقون: ما لهم وما عليهم / منهجيّة الاستشراق والمستشرقون*۔ بیروت: المکتب الإسلامیّ، 1979۔
- حسن، محمد خلیفہ۔ *دراسة القرآن الكريم عند المستشرقين في ضوء علم نقد الكتاب المقدس*۔ (مقام اشاعت نامعلوم: ناشر نامعلوم، سنِ اشاعت نامعلوم)۔
- عزوزی، حسن۔ *مناهج المستشرقين البحثية في دراسة القرآن الكريم*۔ المستودع الدعوي الرقمي۔ رسائی: https://dawa.center/file/3002۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

- علی، محمد مختار۔ *The Qur'an and the Orientalists: An Examination of their Main Theories and Assumptions*۔ دارالتحقیق / Internet Archive۔ رسائی: https://archive.org/details/Quran_And_Orientalists_Mohar_Ali۔
- نقرہ، انتہامی۔ "مستشرقین اور قرآن"۔ در عربی اسلامی علوم اور مستشرقین (مجموعہ مقالات عربی)۔ مترجم: ڈاکٹر محمد ثناء اللہ ندوی۔ کشن گنج، بہار: توحید ایجوکیشنل ٹرسٹ، 2004۔

ب۔ تحقیقی مقالات اور جرائد (Journals & Research Articles)

- باعثمان، صلاح بن سعید بن سالم۔ "منهج المستشرقين في دراسة القضايا القرآنية"۔ *حولية جامعة الأزهر كلية أصول الدين والدعوة بالمنوفية* 36 (2017): 51۔
- کھگہ، محمد فیروز الدین شاہ۔ "قرآنی متن کے حوالے سے مستشرقین کا زاویہ نگاہ"۔ *الشریعہ*، نومبر 2005۔ رسائی: https://alsharia.org/2005/nov/qurani-matan-mustashriqeen-ferozuddin-shah۔
- A Comparative Study of the Nature and Origin of the Qur'an in the Thought of Allamah " ".Ṭabāṭabā'ī and Theodor Nöldeke's Historicist Perspective رسائی: https://rjqk.atu.ac.ir/article_21353_6c098cf576326d1b9981f0d43bb34768.pdf۔
- Christoph Luxenberg (ps.) Die syro-aramaeische Lesart des Koran; Ein Beitrag zur " ".Entschlüsselung der Qur'ānsprache *Hugoye: Journal of Syriac Studies*۔ رسائی: https://hugoye.bethmardutho.org/article/hv6n1prphenixhorn.html۔
- "(PDF) ORIENTALISTS AND THEIR STUDY OF THE QUR'AN"۔ *ResearchGate*۔ رسائی: https://www.researchgate.net/publication/348708207_ORIENTALISTS_AND_THEIR_STUDY_OF_THE_QUR'AN۔
- Wahilmi, Indika Ilwan, Hafidh Dinul Kholis, and Diana Durrotul Lum'ah. "Orientalist and Nonbeliever Criticism of the Qirā'āt of the Qur'an: Analysis and Response in the Book *Al-Bayan: Jurnal Studi Ilmu Al-Qur'an dan Tafsir* ,10 ".Al-Qirā'āt fi Nazari al-Mustashriqīn wa al-Mulhidīn .no. 2 (2026): 111-122

ج۔ ڈیجیٹل، آن لائن اور دیگر مصادر (Online Sources & Digital)

- "استشراق"۔ *کتاب و سنت*۔ رسائی: https://kitabosunnat.com/kutub-library/islam-aur-asr-e-haazir/asr-e-haazir-ke-fitne/ishteraq۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

- "قرآن، سابقہ الہامی کتابیں اور عیسائی مستشرقین۔" *الحاد جدید کا علمی محاکمہ*۔ رسائی: https://ilhaad.com/quran-2/mustashriqeen-quran-2/quran-other-holy-books-mustashriqeen۔
- ساجد۔"استشراقی نظریہ ارتقاء اور قراءاتِ قرآنیہ۔" *محدث فورم*، 13 دسمبر 2011۔ رسائی: https://forum.mohaddis.com/threads/%D9%82%D8%B1%D8%A7%D8%A1-%D8%A7%D8%AA%D9%90-%D9%82%D8%B1%D8%A7%D9%93%D9%86%DB%8C%DB%81-%DA%A9%D8%A7-%D9%85%D9%82%D8%A7%D9%85-%D8%A7%D9%88%D8%B1-%D9%85%D8%B3%D8%AA%D8%B4%D8%B1%D9%82%DB%8C%D9%86-%DA%A9%DB%92-%D8%B4%D8%A8%DB%81%D8%A7%D8%AA-%DA%A9%D8%A7-%D8%AC%D8%A7%D8%A6%D8%B2%DB%81.3983/post-23126۔
- "مصادر المستشرقين ومواقفهم من مصادرهم في كتاباتهم عن قصص القرآن الكريم... د. ناجي بن وقدان۔" *نور الإيمان (Al-Iman Light)*۔ رسائی: https://alimanlight.com/ar/?p=1469۔
- "مطالعة هذا الكتاب۔" *المركز الاسلامي للدراسات الاستراتيجية*۔ رسائی: https://www.iicss.iq/?id=3366۔
- "About the later canonization of the Quran : r/AcademicQuran." *Reddit*۔ رسائی: https://www.reddit.com/r/AcademicQuran/comments/1c1fu19/about_the_later_canonization_of_the_quran/۔
- "Archive ouverte UNIGE: Scepticism as method in the study of Quranic origins." *University of Geneva*۔ https://access.archive-ouverte.unige.ch/access/metadata/3ab1d3ef-9113-41d3-b923-60722f4c2ab7/download۔
- "Edward Said and His Work 'Orientalism' | Shaykh Dr. Yasir Qadhi." یوٹیوب ویڈیو۔ رسائی: https://www.youtube.com/watch?v=AgltWuyC-7Q۔
- "JohnWansbrough:" *Wikipedia*۔ رسائی: https://en.wikipedia.org/wiki/John_Wansbrough۔
- "Syro-Aramaic reading of the Qur'an - Correct for the most part or?." *AcademicQuran*۔ *Reddit*۔ رسائی: https://www.reddit.com/r/AcademicQuran/comments/p115ti/syroaramaic_reading_of_the_quran_correct_for_the/۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

- "Quranic Cosmology With An Oxford Professor & The Islamic Dilemma". یوٹیوب ویڈیو۔ رسائی: https://www.youtube.com/watch?v=C8CXLEyKgHg۔
- "The Syro-Aramaic Reading of the Koran". *Wikipedia*۔ رسائی: https://en.wikipedia.org/wiki/The_Syro-Aramaic_Reading_of_the_Koran۔